محمود زکی بن مولانا محمد ابراہیم فانیؒ *

ابو جی نوراللہ مرقدہ

موت سنت بنی آدم ہے یہاں آنا ہی جانے کی تمہید ہے ۔موت کے اٹل قانون سے نہ کوئی پیغمبر مستثنی ہوئے نہ کوئی صحابی یا ولی ، کیا بادشاہ کیا گدا سب اسی راہ کے مسافر ہیں۔کل نفس ذائقۃ الموت کا عظیم فرمان اللہ جل جلالہ کی حاکمیت کا اعلان کرتا ہے کہ یہاں جو بھی آیا جانے کیلئے آیا باقی رہ جانے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔کوئی انسان قدرت کی بارگاہ سے ہمیشہ کی زندگی لیکر نہیں آتا ہر انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی موت اسکے ساتھ چلی آرہی ہے ۔ہر شخص کی سانسیں قضاء الٰہی میں گنی ہوئی محفوظ ہیں جن میں کسی کی کوشش ،تمنا و آرزو سے کوئی کمی و بیشی ممکن نہیں ۔ پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے کہ کسی کو کب تک دنیا میں باقی رکھنا قرین حکمت ہے کیونکہ وہی ذات حکیم بھی ہے اور اپنے بندوں پر کائنات کے ہر فرد سے زیادہ رحیم بھی لیکن چونکہ ہم کمزور ہیں ہماری عقلیں ناقص اور سوچ ناپختہ ومحدود ہے اس لئے مذکورہ بالا حقائق پر مکمل ایمان کے باوجود دل آتش غم سے سلگ رہا ہے، جذبات میں ایک ہیجان اور آنکھوں میں آنسوؤں کے طوفان موجزن ہیں دل پارہ پارہ اور کلیجہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ٹوٹ رہا ہے کہ ابو جی اپنی عمر فانی پوری کر کے رہگرائے عالم بقا ہو گئے ہیں انا للہ و نا الیہ راجعون

کیسے کیسے چشم و عارض خاک کی زینت بنے　　　گردش دوراں خدارا لوٹ کر آنا ذرا
لشکر فریاد ونالۂ کے لئے میرے خدارا　　　وسعت صحرا بھی کم ہے اس کو پھیلانا ذرا

دل و دماغ ابھی تک اس حقیقت کو قبول کرنے میں متردد ہے کہ ابو جی جو ہماری چھوٹی چھوٹی تکالیف پر تڑپ اٹھتے تھے آج ہمیں یوں اپنی جدائی کے لق و دق صحرا میں بے سروسایہ چھوڑ گئے جہاں ہر طرف غموں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں اور روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی۔یا اللہ تو ہی اس صدمے پر صبر کی توفیق عطا فرما اللھم لا ملجا و لا منجا الا الیك

الٰہی تو ہی درد کا درمان ہے اور تیرا ہی فرمان ہے کہ دل لاکھ ٹوٹا سہی ایک بار انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھو میں اولئك علیھم صلوات من ربھم ورحمه و اولئك ھم المھتدون میں نام درج کروادونگا!!

---

* متعلم درجہ سادسہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جانے والے پر دل کا رنج وغم ایک فطری بات مگر آج کون اشکبار نہیں؟ ابو جی تو خوشی خوشی اس بے وفا دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اس مرد قلندر کے پیچھے ایک دنیا اشک بہاتی نہیں تھک رہی، محبین کے سروں پر غم کے طوفان منڈلا رہے ہیں۔شہر ویران، بستیاں اجڑی اور گلستان مرجھایا ہوا سا ہے۔کلیوں سے چٹک پھولوں سے مہک اور بلبل کی چہک غائب ہے۔ مدرسہ میں کہرام ہے کہ اس کے محبوب استاد چلے گئے، دارالحدیث کے در و دیوار افسردہ ہیں کہ فانی بابا کی قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بند ہوگئیں!!!

زندوں کی بھری بزم میں اک نام نہیں ہے — مئے خانہ ہے ویران کوئی جام نہیں ہے
جو پیڑ گرا ہے وہ کوئی عام نہیں ہے — طوفان کی رکتی ہوئی نبضیں ہیں بتاتی

پارہ پارہ دل اور پرنم آنکھوں کے ساتھ ابو جی کی کچھ یادوں کو جمع کرنے بیٹھا ہوں۔لیکن ذہن کسی کورے ورق کی طرح خالی ہے اور لفظوں کی زباں جذبات کے موجوں میں گم ہے۔

ے دل میں اک ہنگامۂ طوفاں بپا ہے ان دنوں — خود نہیں ادراک مجھ کو اپنے احساسات کا

آہ! ابو جی کا وہ بہار آفریں وجود نہ رہا جن سے ایوان علم گل و لالہ بن جاتا تھا۔جن کے پاس زخمی دلوں کا مرہم شفا تھا۔جن کو دیکھ کر محبوبیت اپنی کاکل و گیسو سنوارتی تھی۔اہل دل افسردہ ہیں کہ

ع جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ابو جی کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ایک لمحے کی تصویریں ذہن میں گردش کر رہی ہیں جو مسلسل دل پر کچوکے لگا رہی ہیں۔نگاہوں میں ابھی تک ابو جی کا وہ متبسم چہرہ منقش ہے اور دل منتظر ہے کہ شائد ابھی ابو جی وہ ابدی مسکراہٹ لیئے کہیں سے نمودار ہو جائینگے اور غم و انبوہ کے یہ سارے بادل یکلخت کافور ہو جائینگے!!

مگر نہیں، اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں جو گیا ہے کبھی واپس نہیں آیا۔جانا تو سبھی کو وہاں ہے۔انسان موت کے دروازے پر بے بس ہو جاتا ہے اور یہ موت ہی ایسی چیز ہے جس سے خدائے حیی و قیوم کے منکر بھی انکار نہیں کر سکتے۔

الحمد للہ ہمارا ایمان ویقین ہے کہ جو کچھ بھی ہوا وہ حکمت و مصلحت کے عین مطابق تھا۔حق تعالی شانہ نے کسی کی موت کیلئے جو وقت مقدر فرما رکھا ہے موت ٹھیک اسی وقت مقرر پر آتی ہے اس میں ایک لمحہ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ اذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة و لا يستقدمون

ابو جی اخلاص وللّٰہیت کے پیکر، عاجزی و انکساری کی عملی تصویر اور سادگی و بے نفسی کے عکس جمیل تھے۔جس نے ساری زندگی ایک قلندرانہ شان سے گزاری۔صبر و شکر اور توکل ابو جی میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا

تھا۔ساری عمر مدرسے کی طرف سے دیئے گئے ایک چھوٹے سے کوارٹر میں گزاری اور بڑی سے بڑی آفر کو مادرِ علمی کیلئے ٹھکرا دیا تھا۔

الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

اللہ تعالیٰ نے ابو جی کو دل دردمند اور ضمیر غیور سے نوازا تھا۔لکھنے اور پڑھنے سے ایک خصوصی شغف رکھتے تھے اور ساری ساری رات بیٹھ کر لکھتے رہتے۔ابو جی کو جو محبوبیت اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ایک بار جو ابو جی کے پاس بیٹھ جاتا پھر وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا۔کوارٹر کی چھوٹی سی بیٹھک میں علماء مشائخ و اکابر کی آمدورفت رہتی اور ابو جی کی بدولت بڑی بڑی عظیم ہستیوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔اب بھی جب انکی نشست گاہ کی طرف جاتا ہوں تو لگتا ہے ابھی ابھی اٹھ کر کہیں گئے ہوئے ہیں کیونکہ سب کچھ تو ویسے کا ویسا رکھا ہوا ہے، انکی زیر مطالعہ کتابیں،انکی ڈائری،ان کے خطوط،ان کا قلم،ان کی مہک۔سب کچھ تو موجود ہے اگر نہیں ہے تو ابو جی کا وہ وجود جن سے دشت دل گلشن بنا ہوا تھا جہاں اب خزاں کے ہولناک ویرانیوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ ؎

بن ترے میرے لئے سونی ہے بزم کائنات
اور ویرانہ ہے میرے سامنے باغ ارم

ابو جی سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ عشق رسول ﷺ ہی میرا سرمایہ ہے۔

دردِ عشق مصطفیٰ ﷺ ہے دولتِ تسکین جاں — توشۂ عقبیٰ مرا نذرانۂ عشق رسول ﷺ
روز محشر یا خدا دامانِ رحمت ہو نصیب — فانیؔ عاجز ہے اک مستانۂ عشقِ رسول ﷺ

درود شریف پڑھنے کا بے حد اہتمام فرمایا کرتے تھے۔یہاں تک کہ بستر مرگ پر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لاکھوں بار درود شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ہسپتال کے ایام میں جب تکلیف حد سے بڑھ جاتی تو بے ساختہ لبوں پر درود شریف کا ورد شروع ہو جاتا۔ ؎

ساعتِ کرب بلا میں راحت دل مصطفیٰ
مرہمِ زخمِ نہاں ہے نامِ محبوب خدا

ابو جی سراپا محبت تھے۔ہر کوئی سمجھتا کہ وہ سب سے زیادہ ان کا محبوب ہے۔بڑا بیٹا ہونے کے ناطے مجھ پر خصوصی نظر کرم تھا۔ ہمیشہ میری کامیابیوں پر بے تحاشا خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔چونکہ کئی درجوں میں ابو جی کے ساتھ پہلا گھنٹہ رہا اس لئے میں ابو جی کے ساتھ ہی کتاب لیکر درسگاہ جاتا تھا اور صبح ابو جی کمال

شفقت سے برآمدے میں چارپائی پر بیٹھ کر میرے تیار ہونے کا انتظار فرمایا کرتے تھے کہ جب میں تیار ہو جاؤں تو ساتھ چلیں!!

آہ وہ پر کیف لمحے وہ زمانائے وصال وہ بہاریں وہ گھٹائیں یاد آتی ہیں مجھے

آہ، کہاں تک ابو جی کی شفقتیں اور عنایتیں یاد کروں کہ یادوں سے یادیں جڑی ہوئی ہیں۔ پیدائش سے جوانی تک کا ایک لمبا عرصہ ہے جو ان کی آغوش شفقت میں گزرا جس کا ہر ہر لحظہ دل و دماغ میں پیوست ہے۔ وہ ایک ابر رحمت تھے جو برستے برستے اچانک جنت کی ہواؤں میں گم ہوگئے۔ اب تو بس ان کی یادیں ہیں جو دل ودماغ کے دریچوں سے داخل ہوکر اندر کو معطر ومنور کرتی چلی جاتی ہے۔ ان حسین یادوں کوالفاظ کا جامہ پہنا کر صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا ناممکن ہے مگر اسی یادوں کے سہارے اجینا ہے کہ یہی قانون فطرت ہے۔

چھین لی ہم سے زمانے نے متاع زندگی بجھ چکا ہے اب چراغ آس جل سکتا نہیں
کس طرح ٹوٹے گا یارب حلقۂ زنجیر غم آتشیں نالوں سے میرے وہ پگھل سکتا نہیں

پیدائش: آپ ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ کو امام المتکلمین رئیس المفسرین امیر المحدثین فقیہ العصر عارف باللہ جامع المعقول والمنقول صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کے ہاں پیدا ہوئے۔

تعلیم: ابتداء سے ہی ابو جی اپر اللہ کا خصوصی کرم رہا کہ پہلے پارے کے دو تین ورق سیکھنے بعد باقی پارے بغیر استاد کے پڑھے۔ عصری تعلیم مڈل تک اپنے گاؤں زروبی میں حاصل کی اس کے بعد اکوڑہ خٹک کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہوئے لیکن سہ ماہی امتحان کے بعد ناگزیر وجوہات کی بناء پر موضع ٹوپی کے سکول میں داخلہ لیا اور وہاں سے میٹرک کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔

اسی دوران ابو جی اپنے والد مکرم اور اپنے ماموں علامہ عبدالوحید قاسمی (فاضل دیوبند) سے دینی رسائل اور فارسی نظم کی کتابیں پڑھتے رہے۔ ۱۹۷۰ میں میٹرک کے بعد ابو جی نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درس نظامی میں داخلہ لیا اور ساتھ ساتھ حفظ القرآن میں بھی مشغول رہے۔

اساتذہ: فنون کی کتابوں میں جن اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا ان میں امام المتکلمین حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مفتی اعظم مولانا محمد فرید صاحبؒ، مولانا محمد ہاروت صاحب سواتیؒ، مولانا محمد علی سواتیؒ فاضل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، جامع المعقول والمنقول حضرت العلامہ مولانا فضل مولیٰؒ، مولانا قاری علی الرحمان صاحبؒ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ، مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی، حضرت مولانا انوار الحق

صاحب اور مشہور جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی شامل ہیں۔

صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ابو جی نے جن نابغۂ روزگار مشائخ سے استفادہ کیا ان میں امام المحدثین نمونہ اسلاف استاد العلماء تلمیذ رشید شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ بانی ومہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، امام المتکلمین صدر المدرسین حضرت العلامہ عبدالحلیم زروبویؒ، مفتی اعظم مولانا محمد فریدؒ، شیخ الحدیث والتفسیر اللبیب البارع شہید مظلوم مولانا حسن جان المدنیؒ، حضرت مولانا محمد علی سواتیؒ اور قائد ملت امام انقلاب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی شامل ہیں۔

ابو جی نے دورۂ تفسیر القران ۱۹۷۶ میں شیخ التفسیر والحدیث العارف باللہ حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ سے کیا۔ یوں ان جہاندیدۂ وقت سے استفادہ کے بعد ۱۹۷۸ کو درس نظامی سے فارغ ہوئے۔

تدریس: ۱۹۷۸ میں درس نظامی سے فراغت کے اگلے سال ہی حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خصوصی نظر عنایت سے ابو جی کو اپنی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں خدمت کا موقعہ دیا گیا اور صرف ونحو ومنطق اور ادب کی مختلف کتابیں تفویض ہوئیں۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر وفات تک پوری دلجمعی یکسوئی اور جوش و ولولہ کے ساتھ تدریس میں مصروف رہے۔

تصنیفات: ابو جی کی کئی تصنیفات معرض وجود میں آئی ہیں جن میں علم نحو کی مشہور کتاب کافیہ ابن حاجب کی پشتو شرح دروس الکافیہ کو شہرت دوام حاصل ہے اور آج تک اس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جبکہ اس کا دوسرا حصہ العیون الصافیہ کے نام سے موسوم ہے۔ علم اصول فقہ کی مشہور کتاب منتخب حسامی کی پشتو شرح التوضیح السامی بھی آپ کی علمی محنت کا ثمرہ ہے۔

حیات صدر المدرسین: یہ وقیع علمی کتاب ابو جی نے اپنے والد مکرم کے حالات زندگی پر لکھی ہے جسکی افادیت کے پیش نظر وزارت تعلیم صوبہ سرحد نے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کیلئے اس کی منظوری دی ہے۔

افادات حلیم: اس کتاب میں بھی صدر صاحبؒ کے افادات کو یکجا کیا گیا ہے۔

کاروان آخرت: ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جو ادارتی شذرے ملک وملت کی مشہور شخصیات کے سانحہ ہائے ارتحال پر لکھے تھے ابو جی نے وہ ادارئے مرتب کئے اور ان پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ کیا۔ جس کو مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے شائع کیا ہے۔ چونکہ ابو جی چار زبانوں کے بہترین شاعر تھے اس لئے شاعری کے حوالے سے بھی ان کے کئی مجموعے

منظر عام پر آچکے ہیں جن میں اردو کلام کا مجموعہ ''نالۂ زار''، فارسی عربی و اردو مراثی کا مجموعہ ''داغہائے فراق'' اور پشتو کلام کے مجموعے ''ازغی دتمنا''۔''بے شانہ غم''۔''ویرژن تصورات''۔''بیا دردونہ پہ خندا دی''۔''شاہین دتخیل''۔''سوگیلی می زڑگے غواڑی'' اور ''دنیا داحساساتو'' شامل ہیں۔

اسی طرح ''متاع دردمع آتش شوق'' جو کہ مراثی اور تغمینات کے علاوہ فارسی دیوان پر مشتمل ہے بھی زیر طبع ہے۔

آئی سی یو میں بھی ابو جی نے ''داستان دلکشا درزمان ابتلا'' کے عنوان سے ہسپتال کے شب وروز اور عیادت کے لئے آنے والے علماء وشخصیات کی مجالس کو لکھنا شروع کیا جس سے کافی ساری مواد جمع ہوگیا تھا اسی طرح مختلف علماء کرام پر بھی لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔جس کے مرتب کرنے کا کام جاری ہے۔

سفر آخرت: ابو جی تقریبا ۲۰ سال سے شوگر کے مریض تھے۔جسکی وجہ سے پاؤں کے ۴ آپریشن ہوئے اور ۲ انگلیاں بھی کٹوانی پڑیں۔عید کے دن سے ابو کو سخت بخار چڑھا جو ایک ہفتے تک جاری رہا۔چھٹیوں کے بعد مدرسے کا نیا تعلیمی سال شروع ہوا تو بھی ابو مسلسل بیمار رہے لیکن اس حالت میں بھی اسباق کا ناغہ نہیں کیا۔۳ جنوری ۲۰۱۴ء کو ابو نے مجھے فرمایا کہ مجھے لگتا ہے کہ میری بصارت پر اثر پڑا ہے کیونکہ مجھے کتاب کی عبارت صحیح طرح نظر نہیں آرہی اور سر بھی چکرا رہا ہے، (ابو جی کی ایک آنکھ پر پیدائش سے ہی پردہ تھا اور دوسری آنکھ پر بعد میں پڑ گیا تھا لیکن شوگر کی وجہ سے اس کا آپریشن بار بار مؤخر ہوتا رہا) میں نے جلدی سے بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ کافی شوٹ کر گیا تھا۔ڈاکٹر سے رابطہ کیا گیا تو اس نے فوری طور پر فشار خون کو معتدل کرنے کی کچھ گولیاں بتائیں اور دینے کو کہا اور تاکید کی کہ بلڈ پریشر مستقل چیک کروالیا کریں۔

دوسرے دن ابو ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود درسگاہ تشریف لے گئے اور اسباق پڑھا دیئے لیکن دارالحدیث شریف میں بصارت اور کمزوری کے سبب نہ پڑھا سکے اور طلباء کو آپریشن اور دعا کی درخواست کرکے واپس تشریف لے آئے۔شام کو ابو کو جھٹکے لگنے شروع ہوئے تو ہم ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ابو کو جلدی سے ہسپتال لے گئے جہاں ڈاکٹروں نے فالج کے حملے کا خدشہ ظاہر کیا وہ تو بحمد اللہ غلط ثابت ہوا لیکن مسلسل جاری رہنے والے بلند فشار خون نے دماغ کے پچھلے حصے کو متاثر کیا جسکی وجہ سے ابو کو توازن برقرار رکھنے میں مشکل پیش آرہی تھی۔میڈیکل سپیشلسٹس نے معائنے کے بعد تین چار ہفتے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور نئی صورت حال کے پیش نظر آنکھوں کے آپریشن کو بھی مؤخر کردیا۔تین چار دنوں بعد اچانک ابو کو پیشاب کرنے میں مشکل پیش آنے لگی جس پر دوبارہ ہسپتال سے رجوع کرنا پڑا اور پیشاب وخون کے تمام ٹیسٹ کئے گئے جس کے رزلٹس

نے ہمارے ہوش اڑادیئے کہ ابو جی کے دونوں گردوں نے کام چھوڑ دیا ہے۔اور ابو جی کو فوری طور پر ڈائلاسس کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹروں کے مشورے پر ہم ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء کو ابو جی کو انسٹیٹیوٹ آف کڈنی ڈیزیز حیات آباد لے گئے جہاں پر ابو جی کو آئی سی یو میں داخل کردیا گیا جہاں آخر وقت تک زیر علاج رہے۔دوران علاج طلباء وعلماء اور محبین کا ایک ہجوم روزانہ عیادت کیلئے ہسپتال تشریف لاتا رہا جس پر ڈاکٹر حضرات ابو جی سے مذاحاً کہا کرتے تھے کہ آپ نے ہسپتال اور آئی سی یو جیسی حساس جگہ کو بھی مدرسہ بنایا ہوا ہے اس دوران رپورٹس کے اتار چڑھاؤ سے ہمارے حوصلے بھی بلند و پست ہوتے رہے لیکن ابو جی کی استقامت ان شدید تکالیف میں بھی مثالی رہی حالانکہ ڈاکٹروں کے مطابق ابو جی کے جسم کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں تھا جو متاثر نہ ہوا ہو۔وفات سے ایک دن قبل انفیکشن بہت زیادہ بڑھ گیا تھا جس پر ابو جی پر غنودگی طاری ہوگئی لیکن اس حالت میں بھی مسلسل زبان پر اوراد واذکار اور درود شریف کا ورد جاری رہا۔بالاخر فراق کی گھڑی آن پہنچی اور ۲۶ فروری ۲۰۱۴ء کو رات تین بجے کے قریب ابو جی ہم سب کو چھوڑ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون

ع عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

آخر میں ابو جی کی بیماری اور وفات کے اس پر مہیب دورانیہ میں جملۂ شیوخ و اساتذہ، تلامذہ، اقاربہ اور متعلقین کی مخلصانہ محبت، خصوصاً استاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی ہر موقعہ پر سرپرستی، حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے اخلاص، مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی، مولانا قاری مقبول احمد حقانی، مخدوم زادہ حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب و مولانا حامد الحق صاحب کی ہمدردانہ خدمت اور مولانا سلمان الحق صاحب و مولانا عرفان الحق صاحب کی والہانہ عقیدت سے تسوید اوراق نہ کروں تو میری نوائیں ادھوری اور دعائیں بے روح ہونگی۔اسی طرح میرے وہ طالب علم بھائی بھی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے زندگی بھر اور خصوصاً بیماری کے دوران ہسپتال میں ایک ماہ تک دن رات مسلسل بے لوث خدمت کی، مثلاً مولانا محمد اسرار ابن مدنی، مولوی محبوب احمد غازی، مولانا شوکت علی، مفتی راحت علی حقانی، مولوی بیت اللہ، مولوی برہان، مولوی رحمت اللہ متقی، مولوی وزیر محمد، مولوی ضیاء الرحمٰن وزیرستانی' مولوی محمد سیف، مولوی میاں محمد شاہ حسین، کے نام قابل ذکر ہیں۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو اس عاجز کے عجز بیان کو اظہار اسلوب دے سکے۔تاہم خداوند کریم اپنے پیاروں کی پیاری پیاری اداؤں کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لیے ''گلشن حقانیہ'' کی اس حسین محفل کی اجلی اجلی اور دھلی دھلی فضاؤں کو تاقیامت سلامت رکھے اور ہم سب کو اس رحمت کی گھٹاؤں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ ☆ ☆